© rasailojaraid.com

رحیم بخش شاہین۔ ایم۔ اے

قائدِ اعظمؒ اور عشقِ رسولؐ

اس صدی کے نصف اوّل میں مسلمانوں کی آزادی کی تحریک کا صحیح معنوں میں آغاز اور تکمیل جس شخص کے ہاتھوں ہوئی۔ اس کی بصیرت کا نور اور قلب و جگر کا سرور حبِ رسولؐ ہی کا پاکیزہ دا رفع جذبہ تھا۔ میری مراد ملّت اسلامیہ کے کاروان سالار قائداعظم محمد علی جناح سے ہے۔

حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ارادت و عقیدت قائداعظم محمد علی جناح کی رگ رگ میں خون کی طرح گردش کر رہی تھی۔ ۱۸۹۲ء میں جب آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے بیرسٹری کرنے کی غرض سے لنکن اِن (LINCOLNS INN) میں داخلہ لیا۔ آپ نے اس ادارے میں داخلہ کیوں لیا؟ یہ ایک دلچسپ اور اہم واقعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی ابتدائی عمر ہی سے رسولِ خداؐ کی غلامی پر فخر کرتے اور ان سے نسبت کو طرۂ افتخار سمجھتے تھے۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ انگلستان پہنچنے کے بعد لندن کے تعلیمی اداروں کی سیر کر رہے تھے کہ آپ نے لنکن ان کے دروازے پر ایک کتبہ دیکھا۔ جس پر ان عظیم ہستیوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جنہوں نے اپنے اپنے دَور میں اور اپنے اپنے معاشروں کے لیے قانون سازی کی تھی۔ ان میں حضورؐ کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔ آپ بہت متاثر ہوئے اور آپ نے محسوس کیا کہ یہی وہ ادارہ ہے۔ جس میں آپ کو پڑھنا چاہیئے۔ لہٰذا آپ نے اسی ادارے میں داخلہ لے لیا۔"

اپنی ظاہری بود و باش میں انگریزی تہذیب و معاشرت میں سرتاپا رنگے ہونے کے باوجود بھی آپ کا دل حبِ رسول سے ہمیشہ سرشار رہا اور آپ نے قومی مسائل کی عقدہ کشائی میں ہمیشہ سیرتِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول سے رہنمائی حاصل کی۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ یہ عشقِ رسول ہی کی کرشمہ سازی تھی، کہ آپ نے مسلمانانِ برصغیر کو غلامی اور محکومی سے نجات دلا کر آزادی اور خود مختاری کی راہ پر گامزن کیا۔ چنانچہ ۹ مارچ ۱۹۴۴ء کو آپ نے مسلم یونیورسٹی یونین علی گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے عرب پر جوزف ہل سے (JOSEPH HELL) نامی مصنف کی کتاب میں سے ایک اقتباس پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

جوزف ہل لکھتا ہے :۔

''عربوں میں دو بڑی خرابیاں پائی جاتی ہیں، ایک تو یہ کہ وہ قومی اتحاد کے شعور سے محروم تھے اور وہ صرف قبیلوں اور خاندانوں سے آشنا تھے۔ دوسرے یہ کہ ان میں اطاعت کا جذبہ اور احساس مفقود تھا۔ اگر دیکھا جائے تو یہی بات برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں پر بھی صادق آتی ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مہذب لوگوں کو لے کر ایک عظیم اور طاقتور قوم میں ڈھال دیا۔ ہماری پشت پر تمدن و ثقافت کی عظیم روایات ہیں اور ہم میں عظیم قوم کی حیثیت سے ابھرنے کا جوہر پایا جاتا ہے۔ ہم انشاءاللہ اپنی قوم کو عظیم بنائیں گے اور جب یہ کام سرانجام دے لیں گے پاکستان ہماری دسترس میں ہوگا۔''

قائد اعظمؒ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے کہ عشقِ رسولؐ ایک انقلاب انگیز قوت ہے اور اس گئے گزرے دور میں بھی مسلمانوں کو اس قابل بنا سکتی ہے کہ وہ متحد ہو کر اور ایک لشکر حریت کی صورت میں منظم ہو کر اپنی کھوئی ہوئی آزادی ازسر نو حاصل کر سکتے اور ایک عظیم قوم کی حیثیت سے کرۂ ارض پر ابھر سکتے ہیں۔

وہ خوب سمجھتے تھے کہ ملتِ اسلامیہ کی تشکیل میں جو عناصر کارفرما ہیں، ان میں توحید خداوندی اور کتاب ہدایت کے علاوہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ چونکہ قائد اعظمؒ کے پیش نظر ملتِ اسلامیہ کی تنظیم نو کا عظیم کام تھا۔ اس لیے آپ نے بار بار اس نکتے پر زور دیا۔ ۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء کو سرحد مسلم لیگ کانفرنس کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

''مسلمان ایک خدا، ایک کتاب اور ایک رسولؐ پر یقین رکھتے ہیں۔ مسلم لیگ کی کوشش یہ ہے کہ ان کو ایک پلیٹ فارم پر ایک پرچم تلے جمع کیا جائے۔ یہ

©rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پرچم پاکستان کا پرچم ہے۔"

مسلم لیگ کے اجلاس کراچی منعقدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء کو آپ نے مسلمانوں کے اتحاد کی ناقابلِ شکست بنیادوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"وہ کونسا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ وہ کونسی چٹان ہے جس پر ان کی ملّت کی عمارت استوار ہے، وہ کونسا لنگر ہے جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے۔ وہ رشتہ، وہ چٹان وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن کریم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے۔ ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب، ایک اُمت۔"

۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء کو پشاور کے گورنمنٹ ہاؤس میں قبائلی جرگہ کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے واضح کیا کہ ملّی اتحاد کے بغیر ہماری بقا ممکن نہیں اور یہ وہ اتحاد ہے جسے عمل میں لانے میں توحید اور قرآن کے علاوہ عشقِ رسولؐ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے:۔

"ہم مسلمان ایک خدا، ایک رسولؐ اور ایک کتاب پر یقین رکھتے ہیں۔ پس یہ لازمی ہے اور ناگزیر ہے کہ ہم ملّت کی حیثیت سے بھی ایک ہوں۔ آپ نے وہ ضرب المثل تو سنی ہوگی کہ اتحاد میں طاقت ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی اسلامی ریاست کے قیام کے لیے جس برادری کی طرح ڈالی، وہ قبیلہ، خاندان، رنگ، نسل اور وطنِ عزیز کے تمام امتیازات سے پاک تھی، اس میں اخوت اور مساوات کا دور دورہ تھا، اس برادری میں انسانی حقوق، عزت و وقار اور عزتِ نفس کے اعتبار سے سب لوگ مساوی تھے۔ اس گئے گزرے دور میں بھی مسلم معاشرہ بڑی حد تک مصنوعی، مادی تعصبات سے پاک ہے۔ تو یہ بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیضان نظر ہے۔ ۱۹ فروری ۱۹۴۸ء کو آسٹریلیا کے عوام سے اپنی نشری گفتگو میں قائداعظم نے پاکستانی عوام کی امتیازی خصوصیات کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:۔

"ہماری عظیم اکثریت مسلمان ہے۔ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ ہم اس اسلامی برادری کے ارکان ہیں، جس میں حقوق، عزت اور عزتِ نفس کے لحاظ سے مساوی ہیں۔ جس کا نتیجہ ہے کہ ہم اتحاد کے ایک خاص اور بہت گہرے احساس کے مالک ہیں۔"

قیامِ پاکستان کے محرکات میں قومی اتحاد کے اس مخصوص معیار کو خاص اہمیت حاصل ہے، کانگریس کا نعرہ تھا کہ ہندو مسلمان ایک قوم ہیں۔ جبکہ دونوں قوموں کے درمیان بقائے امتیاز رسول کریم کی حلقہ بگوشی ہے۔ جس سے دونوں قوموں کی معاشرتی اقدار میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرہ اخوت و مساوات کا علمبردار ہے۔ جبکہ ہندو معاشرہ کی اصل بنیاد ہی نسل اور ذات پات کی تفریق پر ہے۔ ذات پات کی بنیاد پر تفریق ہندو معاشرت کی نمایاں ترین خصوصیت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس پسِ منظر کے ساتھ دونوں قومیں اپنا جداگانہ وجود تحلیل کر کے متحدہ قومیت کا نظریہ کس طرح اپنا سکتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ قائدِ اعظمؒ اور مسلم لیگ نے کانگریس کے مزعومہ متحدہ قومیت کو سراب کو حقیقت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور جداگانہ آزاد مسلم مملکت کا مطالبہ کیا۔

قائدِ اعظمؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف عظیم ہستی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کے نزدیک آپ دنیا کی تمام عظیم ہستیوں سے بھی عظیم تھے۔ آپ نے لوگوں کو صرف عبادت و ریاضت کا طریقہ نہیں بتایا، بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی رہنمائی کی۔ اب بھی مسلمانوں کی نجات اور کامیابی حضورؐ کی اتباع میں مضمر ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی زندگی کو مکمل طور پر حضورؐ کی تعلیمات کے مطابق بنانے کی کوشش کریں اور پاکستان کے مسلم معاشرے کو اعلیٰ اقدارِ حیات کے اعتبار سے دنیا کے لیے مثال بنائیں۔ ۲۵ر جنوری ۱۹۴۸ء کو بار ایسوسی ایشن کراچی سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ آپؐ نے جس کام میں بھی ہاتھ ڈالا، کامیابی نے آپ کے قدم چومے، تجارت سے لے کر حکمرانی تک، ہر شعبۂ حیات میں آپؐ مکمل طور پر کامیاب رہے۔ رسالت مآبؐ پوری دنیا کی عظیم ترین ہستی تھے۔ تیرہ سو سال قبل ہی آپ نے جمہوریت کی بنیاد رکھ دی تھی۔"

لیکن یہ وہ جمہوریت نہیں جو یورپی ممالک میں رائج ہے جس میں فرد کو بے قید آزادی حاصل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ جس میں اکثریت ہی حق و باطل کا فیصلہ کرتی ہے۔ ان دونوں باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپی معاشرے ن گنت معاشی اور اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ حضورؐ نے جس جمہوریت کی داغ بیل ڈالی ، ں میں فرد اور جماعت کے حقوق و فرائض میں اعتدال و توازن برقرار رکھا گیا ہے اور فرد اور جماعت نوں کو قرآن و سنت کی پیروی کا پابند قرار دیا گیا ہے۔ اختلاف آراء کی صورت میں "فان تنازعتم دوہ الی اللہ والرسول" کے اصول کے مطابق اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے پر عمل کرنا سلامی جمہوریت کی امتیازی خصوصیت ہے۔

قائداعظمؒ کے نزدیک حضورؐ پر ایمان اور آپ سے غایت درجے کی محبت کا لازمی تقاضا یہ ہے ہم اس مشن کی تکمیل میں ہمہ تن کوشاں ہوں۔ جس کے لیے حضورؐ دنیا میں تشریف لائے تھے۔ پس ستان محض ایک خطہ ارض کا نام نہیں بلکہ اسے اس نظام حیات کا گہوارا بنانا ہوگا۔ جس کا نمونہ ضورؐ نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ ہماری نظریں نہ تو اشتراکی نظام کی طرف اٹھیں اور نہ سرمایہ دارانہ ظام کی طرف بلکہ ہم صرف حضورؐ ہی سے رہنمائی حاصل کریں۔ ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کو سبی دربار چستان) سے خطاب کے دوران فرمایا۔

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے، جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلامؐ نے ہمارے لیے بنایا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔"

حضورؐ اللہ کے پیغمبر تھے، آپ کی اتباع و اطاعت مسلمانوں پر فرض ہے، اس کے باوجود آپؐ ے حکمرانی و فرمانروائی کا جو نمونہ پیش کیا اس کا بنیادی اصول " وامرھم شوریٰ بینھم " تھا۔ سچی جمہوریت ی اصول کی پیروی میں مضمر ہے۔ جب مسلمان اپنے اجتماعی مسائل میں باہمی مشورہ کرتے ہیں، تو ، درحقیقت حضورؐ کے اسوۂ حسنہ ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ قائداعظمؒ نے اسی تقریر میں اسلام ے اس عظیم الشان اصول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسی تقریر میں فرمایا:۔

"اسلام کا سبق یہ ہے کہ مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث و تمحیص اور مشوروں سے کیا کرو۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۴ جولائی، ۱۹۴۷ء کو نئی دہلی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

"جب آپ جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو مجھے شبہ ہوتا ہے کہ آپ نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ ہم نے جمہوریت تیرہ سو سال پہلے سیکھ لی تھی۔"

جمہوریت کے ساتھ کبھی اسوہ حسنہ کا حوالہ، کبھی اسلامی تصورات اور اصولوں کی شرط، کبھی تیرہ سو سال پہلے کی طرف اشارہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ مغربی جمہوریت اور اسلامی جمہوریت کے فرق سے بخوبی آشنا تھے۔ اور اس طرح کے بار بار اعلانات قائداعظمؒ ان لوگوں کے جواب میں بھی کرتے، جو کبھی تو یہ کہتے تھے کہ پاکستان میں لادینی نظام حکومت قائم ہوگا۔ جس میں اسلام کو کوئی خاص مقام حاصل نہ ہوگا۔ اس طرح وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ قائداعظمؒ اور مسلم لیگ نے پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ کا جو نعرہ لگایا تھا وہ سیاسی مفادات کے حصول کا ذریعہ تھا اور جو کبھی یہ کہتے تھے کہ پاکستان میں پاپائی طرز کا مذہبی نظام حکومت رائج ہوگا۔ جس میں غیر مسلموں کو ملیامیٹ کر دیا جائے گا۔ اس طرح وہ پاکستان کی اقلیتوں کو خوفزدہ کر کے ملک کے نظام کو تہ و بالا کرنا چاہتے تھے۔ قائداعظمؒ نے دو ٹوک لفظوں میں واضح کر دیا کہ پاکستان کا منتہائے مقصود ایسا نظام مملکت ہے جو اسلام کے روشن اصولوں پر مبنی ہوگا، اور جس میں سچی اور اصلی جمہوریت کو فروغ دیا جائے گا اور جس میں غیر مسلموں کے حقوق کا بھی پورا پورا تحفظ ہوگا۔

۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

"میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا جو دیدہ دانستہ اور شرارت سے یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح سے قابل اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمتہ اللعالمین بنا کر بھیجا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ صرف مسلمانوں ہی کے لیے رحمت نہ تھے بلکہ پوری کائنات کے لیے سرچشمۂ رحمت و شفقت تھے حتیٰ کہ اسلام اور آپ کے دشمن بھی آپ کے سایۂ رحمت سے محروم نہ تھے۔ یہی وجہ کہ مسلمانوں نے نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دَور میں غیر مسلموں کے ساتھ انتہائی شریفانہ برتاؤ روا رکھا ہے۔ قیامِ پاکستان سے پیشتر اور مابعد مخالف عنصر بنے۔ یہ پروپیگنڈہ بڑی شدت سے کیا کہ پاکستان میں غیر مسلموں کو ظلم و تشدد کا شکار بنایا جائے گا۔ اس دَور میں قائداعظمؒ نے اسلامی تعلیمات کے اس پہلو کو خاص طور پر اُجاگر کیا۔ جس کی رُو سے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری برتنا لازمی ہے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اسمبلی کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آج سے تیرہ سو سال پیشتر جب ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں پر فتح پائی، تو آپ نے اپنے قول و فعل سے انتہائی رواداری کا ثبوت دیا آپ نے اُن کے مذہب اور عقائد کے معاملے میں لحاظ اور احترام کا رویّہ اپنایا۔ مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ جہاں کہیں حکمران رہے انہوں نے ہمیشہ ان انسانی مروّت اور حسن وسلوک کے ان عظیم اصولوں پر عمل کیا ہے جن کی پیروی اور جن پر عمل کیا جانا چاہیے۔"

قائداعظم کی تقاریر میں بار بار "تیرہ سو سال پہلے" کا تکرار یہ ظاہر کرتا ہے کہ "خاکِ مدینہ" ہمیشہ آپ کی آنکھوں کا سرمۂ بصیرت بنی رہی۔

حضورؐ پر نبوت ختم ہوگئی۔ اب انسانیت کے لیے ضروری ہوگیا کہ وہ اصولِ شریعت کی روشنی میں ہر دَور میں اجتہاد اور علمی وسائنسی ترقی کا کام جاری رکھے۔ اِس لیے حضورؐ نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر حصولِ علم فرض قرار دیا۔ قائداعظمؒ نے ایک سچے عاشقِ رسولؐ کی حیثیت سے ہمیشہ تحصیلِ علم پر زور دیا۔ گجرات مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے چوتھے اجلاس منعقدہ ۱۴ جنوری ۱۹۴۵ء سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ تعلیم حاصل کرنے پر خاص توجہ دیں۔ اور اِس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا:۔

"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیروکاروں پر لازم ٹھہرایا ہے، کہ وہ علم حاصل کرنے کے لیے چین بھی جائیں، یہ حکم ان دنوں میں دیا گیا تھا،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن دنوں میں ذرائع رسل و رسائل کی سہولت حاصل نہ تھی۔ پس اب سچے مسلمانوں کو اور اسلام کے شاندار ورثے کے پیروکاروں کی حیثیت سے مسلمانوں کو تمام مواقع سے اِستفادہ کرنا چاہیئے۔ حصولِ تعلیم کے مقصد کے مقابلے میں وقت یا ذاتی آرام و آسائش کی قربانی کو ترجیح نہیں دینی چاہیئے۔"

قائداعظم کے دل میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کا جو بحرِ بے کنار ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور جس کی بدولت آپ کو یقین محکم، عمل پیہم اور عزم مصمم کی نعمتِ ارزانی ہوئی تھی۔ اس کو لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۷ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے بارگاہِ رسالتؐ میں یوں خراجِ عقیدت پیش کیا:

"آج ہم یہاں دنیا کی عظیم ترین ہستی کو نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ آپؐ کی عزت و تکریم کروڑوں عام انسان ہی نہیں کرتے، بلکہ دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں آپؐ کے سامنے سر جھکاتی ہیں۔ میں ایک عاجز، انتہائی خاکسار، بندۂ ناچیز اتنی عظیم ہستی، بلکہ عظیم ہستیوں سے بھی عظیم ہستی کو بھلا کیا اور کس طرح نذرانۂ عقیدت پیش کر سکتا ہوں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عظیم مصلح تھے، عظیم رہنما تھے، عظیم واضع قانون تھے، عظیم سیاست دان تھے، عظیم حکمران تھے۔"

کیا حضور رسالت مآبؐ سے قائداعظمؒ کے عشقِ صادق کو ثابت کرنے کے لیے یہ جذبات و احساسات کفائت نہیں کرتے؟

© rasailojaraid.com